
خطبات
حضرت زینب(سلام اللہ علیہا)

انتساب

کربلا کی شیر دل خاتون

وارثِ مشنِ حسین

سیدہ زینبِ کبریٰ (سلام اللہ علیہا)

بنتِ

علی (ع) ابنِ ابی طالب (علیہما السلام)

کے نام

پیش لفظ

عشرہئ محرم الحرام اپنی تمام تر اداسیوں کے ساتھ گزر گیا۔ ہم نے حسینی کردار سے کیا کچھ حاصل کیا؟ یہ ہر ایک عزادار کے قلبی ظرف پر منحصر ہے۔ حسین اور حسینیت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں اسی راستے پر چلیں جو کربلا والوں نے متعین کیا ورنہ ہم کربلا اور کربلا والوں سے کچھ حاصل کرنے سے محروم رہے ہیں۔ کربلا ایک درسِ انسانیت ہے جس سے ہماری عملی زندگی عبارت ہے۔

عاشورہ کے بعد حضرت سید الساجدین کی پناہ میں جو کاروانِ مخدارت وعصمت کوفہ وشام کی جانب روانہ ہوا، اس کے مقصد کو جاننا ہمارا مقصدِ حیات ہونا چاہیئے۔ زمانے میں بسنے والا ایک عام خاندان نہ نقل مکانی اختیار کرنا چاہتا ہے اور نہ ہی اجڑنا۔ ہمیں یہ سوچنا ہوگا کہ یہ خاندانِ توحید وتطہیر کیوں، کس لئے در بدر ہوا؟ وہ کون سے محرکات تھے جن کی وجہ سے عرب کا یہ معزز ترین اور باوقار صاحبِ حیثیت قبیلہ وطن چھوڑنے پر مجبور ہوا؟ کربلا میں دی جانے والی قربانیاں، مخدراتِ عصمت کے مصیبتوں کے سفر، شہر بہ شہر پھرائے جانے کی اذیتیں، درباروں، بازاروں میں دیئے جانے والے توحید ورسالت اور امامت کے لئے خطبے آخر کس لئے تھے؟ یہی نا! کہ ان نظریاتِ الٰہی کی بقا رہے اور توحید کے مخالف نظریات کا قلع قمع کیا جائے۔ خاندانِ رسالتؐ تو اپنے مقصد میں کامیاب وکامران رہا۔ اب ان کی تمام تر

قربانیوں کا ہم سے یہ تقاضا ہے کہ ہم ان کے قائم کردہ اور معین کردہ راستے پر گامزن ہو کر ان کے اسوہئ زندگی پر عمل پیرا ہوں۔اسی میں ہماری دنیا و آخرت کی نجات ہے۔اس خاندان کی ایک ایک قربانی ہمہ وقت ہماری نگاہوں میں رہے اور اس صراطِ مستقیم پر ہمارا عمل نظر آئے۔ مخدراتِ عصمت و طہارت کے دیئے ہوئے خطبات آج بھی ہمارے لئے مشعلِ ہدایت ہیں۔جس طرح انہوں نے بقائے توحید کے لئے خطبہ دینا فرض سمجھا اسی طرح ہم پر واجب ہے کہ ان کے خطبات کو پڑھیں، اللہ کے اسرار و رموز ان میں پنہاں ہیں اس پر غور و خوض کریں۔ہم پر واضح ہو جائے گا کہ یہ خطبات صرف کوفہ و شام اور دیگر شہروں کے افراد ہی کے لئے ،صرف اسی دَور ہی کی ضرورت نہ تھے بلکہ یہ فرمودات قیامت تک کے لئے آنے والی تمام نسلوں کے لئے بھی اسی طرح دعوت فکر لئے ہوئے ہیں جس طرح اس ماحول میں ضروری تھا۔

وارثانِ کساء کی تربیت یافتہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا اور حضرت ام کلثوم سلام اللہ علیہا کے ظلم و جور کے عہد اور غیر شریفانہ ماحول میں الٰہی نظام کی خاطر فرمائے گئے فرمودات کی بازگشت سے آج بھی کائنات انگشت بدنداں ہے۔

یہ خطبات ہماری بہنوں، بہو، بیٹیوں کے لئے لمحہ فکریہ ہیں کہ جب بھی دین پر افتاد آپڑے تو انہی خطبات کو دہرا کر توحید و رسالت اور امامت کا بھرپور دفاع کیا جائے۔تو اس لائحہ عمل سے خدا اور رسولؐ امام کے دشمنوں کا ویسا ہی انجام ہو سکتا ہے۔دشمن کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تاریخ بھی خانوادہئ عصمت و طہارت کی صداقت لکھنے پر مجبور ہو گئی۔

ہمیں اپنا احتساب کرنا ہوگا۔ کہ ہم اس سانحے کا اثر لیتے ہیں یا سن کر خاموش ہوجاتے ہیں۔ اگر آج ہم خاموش ہو گئے تو کل روزِ محشر کہیں وہ خاموش نہ ہوجائیں جن سے ہماری شفاعت وابستہ ہے۔ آج لمحۂ فکریہ ہے اور کل نتیجہ. اور اس نتیجے کے لئے آج ہی کا لفظ ہے کل کا نہیں ہے۔ آئیں آج بھی اس توبہ کے کھلے ہوئے دروازے پر جھک جائیں۔ ورنہ جب یہ دروازہ بند ہوگیا تو اس لمحہ کا نام ہی محشر ہوگا۔

التماسِ دعا کے ساتھ حرفِ آخر کے طور پر یہ کہنا مناسب ہوگا:

علی (ع) کی علی (ع) بیٹی نے اپنے خطبات کے بل بوتے پر مظلوم انسانوں کو استحصال کرنے والوں کے خلاف قیام کرنے کے آداب سکھائے۔

ملتمسِ دعا

سیکریٹری نشرواشاعت

امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان

(راولپنڈی ڈویژن)

پیش لفظ

گنج شہدا کے منظر نامے کے روبرو نوع انسانیت محوِ حیرت کھڑی وقارِ آدمیت کی اس بے مثال علمبردار کو دیکھتی ہے۔ اُس کی کمر جو عصرِ عاشور تک دُکھ سے کمان ہو گئی تھی، شام ڈھلتے ہی عزمِ بے پناہ سے کیسے سینۂ جبر میں تیر ہو گئی ہے۔ حرف و بیان کا دم اکھڑتا ہے کہ یہ خطیبِ منبرِ سلونی کی علی و اعلیٰ بیٹی کا تذکرہ ہے۔

نہج البلاغہ جہانِ فصاحت و بلاغت کی صبحِ صادق ہے کہ اس میں لفظ کا وقار اور معنی کے نو بہ نو اسرار ہیں۔ تہہ بہ تہہ مضامین کی فراوانی، بینا کا شکوہ اور حسنِ کلام، کلامِ امام کے اعجاز ہیں۔ علی (ع) جہاں بھی ہیں علی (ع) ہیں۔ مسجدِ کوفہ، سرکار علی (ع) اور بارگاہِ امامت نصیب کی یاوری سے ہی ملتے ہیں۔

لیکن بازارِ شام، دربارِ یزید ملعون اور اسیریٔ خانوادہ عصمت، تاریخِ بشر ہانپ ہانپ جاتی ہے۔ حسین خلق خدا کو امتیازِ خیر و شر سمجھانے کے لئے لق و دق دشت نینوا کو درس گاہ بناتے ہیں۔ جبرِ ابلیس کے مقابل یہ اہتمام کوتاہ بینوں کو کوئی ساعتوں میں محوِ ہستی ہوتا نظر آیا ہوگا۔ کہ مؤرخ دربارِ ستم میں مصروفِ خوشامد نویسی ہے۔ اور خبر نگاری ابھی آباد بستیوں میں بھی نہیں رواج پائی۔

اور سچ بھی ہے کہ واقعہ کیسا بھی ہو اپنے واقعاتی حقائق تک محدود رہ جائے تو زمان و مکان کے سرد خانوں کی نذر ہو رہتا ہے۔ اور جہاں واقعہ کو امتیاز خیر و شر کی مقصدیت سے مشروط کیا جا رہا ہو وہاں کوئی ایسا انتظام بھی ضروری ہے جو حقائق کو مبتلائے ہوسِ دنیا، مؤرخین اور خبر نگاروں کی تاویلات سے بچا کر شعورِ انسانیت کو حقیقی تفصیلات کے ساتھ ہدیہ کر سکے۔

کسے مجالِ انکار ہو کہ واقعۂ کربلا اپنے المیاتی اور مزاحمتی ہر دو پہلوؤں میں ہمتِ بشری کی عظیم ترین اور بے مثال روائت ہے۔ جہاں حقائق میں درپیش انسان کو المیوں کی انتہا ہے وہیں ہر المیے کے ردِّ عمل میں المیے کے حجم سے بڑھ کر اپنے مؤقف کے ساتھ غیر متزلزل استواری بھی موجود ہے۔ المیے کی انتہا یہ ہے کہ واقعات کا تذکرہ صدیوں بعد بھی مقبول ترین عنوانِ گریہ و عزا ہے۔ اور ضبط و برداشت کا یہ عالم کہ جبر و استبداد کے خلاف حسین (ع) اور حسینیت کامیاب جدوجہد کا بہترین استعارہ ہے۔

روایاتِ عزا ہوں یا جہدِ اعلانِ حق، کربلا جنابِ زینبِ (سلام اللہ علیہا) کے ہمسفر نہ ہوتی تو شعورِ انسانیت کربلا کے اعجاز آفریں اثرات سے یقیناً محروم رہ جاتا۔ وہ آنکھ جو صبح سے عصرِ عاشور تک اندوہ ناک المیے دیکھتی خونچکاں رہی، شام ڈھلتے ہی روشنی کا امین چراغ ہو گئی۔ دستِ جبر رکا نہیں، المیہ جاری ہے لیکن سیدۂ زینبِ (سلام اللہ علیہا) صفِ عزا پر جبرِ باطل کے مقابل وہ معرکہ گرم کرتی ہیں کہ خوف و ہوس کے سرد خانوں میں منجمد انسانی احساس زندگی کی دستکیں سننے لگتا ہے۔

بھائیوں، بیٹوں، بھتیجوں اور انصار کے خنجر رسیدہ سر نیزوں پر بلند ہیں۔ جشنِ فتح میں غرق

مردہ ضمیروں کے مجمع ہیں۔ اسیری کی اعصاب شکن اذیت ہے۔ اور جلوسِ اعداء واغیار میں فلک مآب عصمت وطہارت کی امین ثانی ئ زہرا تلخ ترین غم واندوہ کوسپرد حرف و بیاں کرتی ہیں تو نہ صرف لہجے سے تمکنتِ فاتح خیبر کی مہک آتی ہے بلکہ الیسے کے افق سے حق کی دائمی بالا دستی کی نوید طلوع ہوتی نظر آتی ہے۔

کہاں ہیں وہ لفظ جو جنابِ سیدہ کے قلبِ مطہر میں لہوروتے صدمات کا احاطہ کرسکیں کہ جتنے پیارے تھے آنکھوں کے روبرو تہہ تیغِ جفا دیکھے۔ لیکن کمالِ سخن سرِ تعظیم خم کئے ہے کہ رنج و الم کی انتہا خطباتِ جنابِ زینب میں بصورتِ نالہ وشیون نہیں بلکہ ہر خطبے میں جبر کے مقابل حسینی عزم جہاد کا تسلسل واضح و بیّن ہے۔ جذباتی سطح پر خطبہ جس بے پناہ اذیت کا شکار ہے کسی بیان کی مغتاج نہیں مگر ان خطبات کے ذریعے ضمیرِ انسانی سے مخاطب آواز میں نہ کوئی ضعف ہے اور نہ ہی کوئی فریاد۔ بلکہ کیا عزم سے فرماتی ہیں۔

اے یزید! تو ہر کوشش کر دیکھ اور جس قدر حیلے بہانے
اختیار کر لیکن بخدا یہ ممکن نہیں کہ ہمارے نام کو مٹا سکے اور
ہمارے مکتب کو ڈھا سکے۔ تے ری مہلت چند روزہ ہے۔

کہنا لازم ہے کہ جبرِ مسلسل کا شکار یہ مظلومہئ کربلا قوت کے ابدی سرچشمہ سے یوں متمسک ہے کہ دکھ اپنی تمام تر حشر آفرینیوں کے باوجود اس کے مقصد اور جہاد کے مقابل ہار جاتے ہیں۔ دلِ نازک صدمات کی ہر ضربِ گراں سے وہ توانائی پاتا ہے کہ جس سے باطل کے سینوں میں سیاہ دل کانپ اُٹھتے ہیں۔

سیدہئ زینبِ (سلام اللہ علیہا) منبرِ مظلومیت پر متمکن ہمیں الٰہیاتی انعام یافتگان سے متعارف کرواتے ہوئے فرما رہی ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ ہمارے پیش روسعادت سپرد ہوئے

اوران کے بعد ہمارے حصے میں رحمت وشہادت آئی،

ہم خدا سے ان کے لئے اجرِ عظیم اورعنائت طلب کرتے ہیں۔

یقیناوہی خدائے واحداورمہرباں ہے۔

ہرصفِ عزا تقلیدِ سنتِ زینبیہ ہے جہاں خاتونِ کربلا وشام کے یہ الفاظ مصروفِ عزا ہر قلب میں ایک امکان روشن کرتے ہیں۔ حق کی ابدی اور دائمی بالادستی کے ساتھ غیر متزلزل استواری کے ذرے ءے باعزت اور باعث شرف زندگی کا امکان زیادہ واضح اور روشن ہو جاتا ہے۔

مسلم حصاص بیان کرتا ہے کہ ابن زیاد نے مجھے دارالامارہ کی اصلاح کیلئے بلایا ہوا تھا۔ اور میں اپنے کام میں مشغول تھا کہ اچانک کوفہ کے اطراف و جوانب سے شوروغل کی آوازیں آنے لگیں۔ اسی اثنا میں ایک خادم آیا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے آج کوفہ میں شوروغل ہورہا ہے۔ اس نے کہا کہ ابھی ابھی ایک خارجی (خاکم بدہن) قاتل کا سر لایا جارہا ہے جس نے یزید پر خروج کیا تھا۔ میں نے پوچھا اس کا نام کیا تھا؟ کہا حسین ابن علی (علیہم السلام)۔ میں یہ سنتے ہی دم بخود ہو کر رہ گیا۔ جب خادم چلا گیا تو میں نے دو ہتھڑ

اپنے منہ پر مارے۔قریب تھا کہ میری آنکھیں ضائع ہو جائیں۔اس کے بعد میں ہاتھ منہ دھو کر دارالامارہ کی پچھلی طرف سے کناسہ کے مقام پر پہنچا جہاں لوگ سروں اور قیدیوں کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔کچھ دیر کے بعد ایک قافلہ پہنچا جو چالیس اُونٹوں پر مشتمل تھا۔جن پر اولادِ حضرت فاطمۃ الزہرا (س) سوار تھی۔ان میں کچھ بچے اور مستورات تھیں۔امام زین العابدین (ع) بے پلان اُونٹ پر سوار تھے۔رگہائے بدن سے خون جاری تھا اور آپ کی حالت بیماری اور ضعف کی وجہ انتہائی کرب ناک تھی۔

آلِ محمدؐ کی خستہ تنی دیکھ کر اہل کوفہ صدقہ کی کھجوریں اور روٹیوں کے ٹکڑے بچوں کی طرف پھینکتے تھے۔جناب امّ کلثوم یہ فرما کر: یا اہل کوفہ ان الصدقۃ علینا حرا مکہ اے اہل کوفہ! صدقہ ہم پر حرام ہے کھجوریں وغیرہ بچوں کے ہاتھوں سے لے کر نیچے پھینک دیتی تھیں۔لوگ خاندانِ نبوت کی یہ حالت زار دیکھ کر دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔جناب امّ کلثوم (سلام اللہ علیہا) نے فرمایا۔

اے اہل کوفہ خاموش ہو جاؤ! تمھارے مرد ہمیں قتل کرتے ہیں اور تمھاری عورتیں ہم پر روتی ہیں۔خداوند عالم روز قیامت تمہارے اور ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا۔

مسلم کہتا ہے:

یہ بی بی گفتگو کر رہی تھیں کہ اچانک صدائے شور و شغب بلند ہوئی۔کیا دیکھتا ہوں کہ (دوسری طرف سے) شہدائے کربلا کے سر نیزوں پر سوار لائے جا رہے ہیں۔ان میں آگے آگے جناب امام حسین کا سرِ اقدس تھا اور وہ سر بدرِ کامل کی طرح تابندہ اور درخشندہ تھا۔اور تمام

لوگوں سے زیادہ رسولخداؐ کے ساتھ مشابہ تھا۔ ریش مبارک خضاب کی وجہ سے بالکل سیاہ تھی۔ چہرہ انور ماہتاب کی مانند مدوّر اور روشن تھا اور ہوا ریش مبارک کو دائیں بائیں حرکت دے رہی تھی۔ جب جناب زینب عالیہ کی اپنے بھائی کے سر مبارک پر اس حالت میں نظر پڑی تو اس منظر سے بیتاب ہو کر فرط غم والم سے چوبِ پالان پر اس زور سے سر مارا کہ خون جاری ہوگیا۔(۱)

جب اس حال میں یہ لٹا ہوا قافلہ کوفہ کے در و دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ ہاں! ہاں! وہی کوفہ جس میں جناب امیر علیہ السلام کے ظاہری دور خلافت میں جناب زینب وامّ کلثوم شہزادیوں کی حیثیت سے رہ چکی تھیں اور آج قیدیوں کی حیثیت سے داخل ہو رہی تھیں۔ آہ!

اے فلک آں ابتدا ایں انتہائے اہلِ بیت (ع)

....

(۱) بحار جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۰، ناسخ جلد ۹ صفحہ ۳۱۱، ۳۱۲، نفس المہموم صفحہ ۲۱۳۔

مخفی نہ رہے کہ صاحبِ طراز المذہب نے بڑے شد و مد کے ساتھ جناب زینب عالیہ کے سر پھوڑنے والے واقعہ کی نفی کی ہے اور اس امر کو بی بی کے صبر و استقلال کے منافی قرار دیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس قسم کے خیالی استبعاد کی بنا پر ان واقعات کا جو کہ کتب معتمدہ میں موجود ہیں، انکار نہیں کیا جا سکتا نیز اس فعل کو صبر و استقلال کے منافی قرار دینا بھی درست نہیں۔ بفحوائے ہر سخن جائے و ہر نکتہ مقامے وارد۔ جہاں حسب ضرورت جناب زینب عالیہ نے

اس قدر صبر وضبط سے کام لیا ہے کہ خود امام زین العابدین کو تسلیاں اور دلاسے دیئے ہیں وہاں یہ بھی ثابت ہے کہ گریبان چاک کر کے اپنے منہ پر طمانچے بھی مارے ہیں۔ لہٰذا حسین جیسے عظیم بھائی کا سرا چانک نوک سناں پر دیکھ کر فرطِ غم والم کی وجہ سے چوب پالان پر سر دے مارنا کون سی تعجب خیز بات ہے۔ واللہ العالم۔۔۔۔

بازارِ کوفہ میں ارشادِ امام سجاد (ع)

کوفہ کے زن ومرد جو ہزاروں کی تعداد میں یہ نظارہ دیکھنے کے لئے وہاں جمع تھے۔ آلِ رسول کو اس تباہ حالت میں دیکھ کر زار وقطار رونے لگے۔ امام زین العابدین نے نحیف ونزار آواز کے ساتھ فرمایا:

تنوحون وتبکون من اجلنا فمن ذاالذی قتلنا

اے کوفہ والو! یہ تو بتاؤ ہمیں قتل کس نے کیا ہے۔؟

اسی اثنا میں ایک کوفیہ عورت نے بالائے بام جھانک کر دیکھا اور دریافت کیا کہ تم کس قوم و قبیلہ کی قیدی ہو۔ بی بیوں نے فرمایا: نحن اساری آلِ محمد (ص)۔ ہم خاندانِ نبوت کے اسیر ہیں۔ یہ سن کر وہ نیک بخت عورت نیچے اتری اور کچھ برقعے اور چادریں اکٹھی کر کے ان کی خدمت میں پیش کیں۔ جن سے پردگیانِ عصمت نے اپنے سروں کو ڈھانپ لیا۔(۱)

....

(۱) مخفی نہ رہے کہ کلماتِ علمائے ابرار اور اخبار و آثار میں قدرے اختلاف ہے۔ کہ کوفہ اور

دربار ابن زیاد میں وارد ہونے کے وقت مخدرات عصمت وطہارت بے مقنعہ و چادر تھیں یا باپردہ تھیں۔؟مشہور یہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ہے کہ چادرِ تطہیر کی وارث بی بیاں امت کے سلوک کے نتیجہ میں بے مقنعہ و چادر تھیں۔ہاں البتہ بعض آثار سے یہ ضرور آشکار ہوتا ہے کہ بی بیاں مکشفات الوجوہ نہ تھیں۔چنانچہ فاضل دربندی نے اسی قول پر زور دیا ہے۔ہم نے اوپر جو روایت درج کی ہے اس سے دونوں اقوال کے درمیان جمع و توفیق ہو جاتی ہے کہ اس کوفیہ عورت کے برقعوں اور چادروں کے انتظام سے پہلے بی بیاں سر ننگے تھیں۔بعد ازاں جب سر ڈھانپنے کا انتظام ہو گیا تو بناتِ رسولؐ نے پردہ کرلیا۔اگرچہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ظالموں نے وہ چادریں بھی چھین لیں تھیں۔(سیرتِ صدیقہ صغریٰ) مگر یہ دعویٰ بلا دلیل ہونے کیوجہ سے نا قابلِ قبول ہے۔

واللہ العالم بحقائق الامور۔

حضرتِ زینبِ عالیہ صلوات اللہ علیہا کا خطبہ:

اس وقت عقیلہ بنی ہاشم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔لوگوں کے گریہ و بکا اور شور و شغب کی وجہ سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔لیکن راویان اخبار کا بیان ہے کہ جونہی شیرِ خدا کی بیٹی نے لوگوں کو ارشاد کیا کہ انصتوا خاموش ہو جاؤ! تو کیفیت یہ تھی کہ ارتدت الانفاس وسکنت الاجراس آتے ہوئے سانس رک گئے اور جرس کارواں کی آوازیں خاموش ہو گئیں۔اس کے بعد خطیب منبر سلونی کی دختر نے خطبہ شروع کیا تو لوگوں کو حضرت علی (ع) کا لب و لہجہ

اوران کا عہد معدلت انگیز یاد آ گیا۔ راوی (حذام اسدی یا بشیر بن خریم اسدی) کہتا ہے:
خدا کی قسم میں نے کبھی کسی خاتون کو دختر علی (ع) سے زیادہ پرزور تقریر کرتے ہوئے نہیں دیکھا (بی بی کے لب ولہجہ اور اندازِ خطابت سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ) گویا جناب امیر المومنین کی زبان سے بول رہی ہیں۔ بالفاظ دیگر یوں محسوس ہوتا کہ حضرت امیر آپ کی زبان سے بول رہے ہیں۔

جب ہر طرف مکمل خاموشی چھا گئی تو امّ المصائب نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

سب تعریفیں خداوند ذوالجلال والاکرام کے لئے ہیں اور درود وسلام ہو میرے نانا محمدؐ پر اور ان کی طیب وطاہر اور نیک و پاک اولاد پر۔ اما بعد! اے اہلِ کوفہ! اے اہل فریب ومکر! کیا اب تم روتے ہو؟ (خدا کرے) تمھارے آنسو کبھی خشک نہ ہوں اور تمھاری آہ وفغان کبھی بند نہ ہو! تمھاری مثال اس عورت جیسی ہے جس نے بڑی محنت وجانفشانی سے محکم ڈوری بانٹی اور پھر خود ہی اسے کھول دیا اور اپنی محنت پر پانی پھیر دیا تم (منافقانہ طور پر) ایسی جھوٹی قسمیں کھاتے ہو۔ جن میں کوئی صداقت نہیں۔ تم جتنے بھی ہو، سب کے سب بیہودہ گو، ڈینگ مارنے والے، پیکرِ فسق وفجور اور فسادی، کینہ پرور اور لونڈیوں کی طرح جھوٹے چاپلوس اور دشمنی کی غماز ہو۔ تمھاری یہ کیفیت ہے کہ جیسے کثافت کی جگہ سبزی یا اس چاندی جیسی ہے جو دفن شدہ عورت (کی قبر) پر رکھی جائے۔

آگاہ رہو! تم نے بہت ہی برے اعمال کا ارتکاب کیا ہے۔ جس کی وجہ سے خداوند عالم تم پر غضب ناک ہے۔ اس لئے تم اس کے ابدی عذاب وعتاب میں گرفتار ہو گئے۔ اب کیوں

گریہ و بکا کرتے ہو؟ ہاں بخدا البتہ تم اس کے سزاوار ہو کہ روؤ زیادہ اور ہنسو کم۔ تم امام علیہ السلام کے قتل کی عار و شنار میں گرفتار ہو چکے ہو اور تم اس دھبے کو کبھی دھو نہیں سکتے اور بھلا تم خاتم نبوت اور معدن رسالت کے سلیل (فرزند) اور جوانان جنت کے سردار، جنگ میں اپنے پشت پناہ، مصیبت میں جائے پناہ، منارۂ حجت اور عالم سنت کے قتل کے الزام سے کیونکر بری ہو سکتے ہو۔ لعنت ہو تم پر اور ہلاکت ہے تمہارے لئے۔ تم نے بہت ہی برے کام کا ارتکاب کیا ہے اور آخرت کے لئے بہت برا ذخیرہ جمع کیا ہے۔ تمھاری کوشش رائیگاں ہو گئی اور تم برباد ہو گئے۔ تمہاری تجارت خسارے میں رہی اور تم خدا کے غضب کا شکار ہو گئے۔ تم ذلت و رسوائی میں مبتلا ہوئے۔ افسوس ہے اے اہل کوفہ تم پر، کچھ جانتے بھی ہو کہ تم نے رسولؐ کے کس جگر کو پارہ پارہ کر دیا؟ اور ان کا کون سا خون بہایا؟ اور ان کی کون سی ہتک حرمت کی؟ اور ان کی کن مستورات کو بے پردہ کیا؟ تم نے ایسے اعمال شنیعہ کا ارتکاب کیا ہے کہ آسمان گر پڑیں، زمین شگافتہ ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ تم نے قتلِ امام کا جرم شنیع کیا ہے جو پہنائی و وسعت میں آسمان و زمین کے برابر ہے۔ اگر اس قدر بڑے پر آسمان سے خون برسا ہے تو تم تعجب کیوں کرتے ہو؟ یقیناً آخرت کا عذاب اس سے زیادہ سخت اور رسوا کن ہوگا۔ اور اس وقت تمہاری کوئی امداد نہ کی جائے گی۔ تمہیں جو مہلت ملی ہے اس سے خوش نہ ہو۔ کیونکہ خداوندِ عالم بدلہ لینے میں جلدی نہیں کرتا کیونکہ اسے انتقام کے فوت ہو جانے کا خدشہ نہیں ہے۔ ※※ یقیناً تمہارا خدا اپنے نافرمان بندوں کی گھات میں ہے ※※۔

اہلیانِ کوفہ کی حالت

قارئین! پھر بی بِی عالم نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ لوگ حیران وسرگرداں ہیں اور تعجب سے انگلیاں مونہوں میں ڈالے ہوئے ہیں۔میں نے ایک عمر رسیدہ شخص کو دیکھا جو میرے پہلو میں کھڑا رو رہا تھا۔اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی۔ہاتھ آسمان کی طرف بلند تھے اور وہ اس حال میں کہہ رہا تھا

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ کے بزرگ سب بزرگوں سے بہتر، آپ کے جوان سب جوانوں سے افضل، آپ کی عورتیں سب عورتوں سے اشرف، آپ کی نسل سب نسلوں سے اعلیٰ اور آپ کا فضل عظیم ہے۔

جناب امِّ کلثوم کا خطبہ مخدومہ ٔکونین صلوات اللہ علیہا کے بعد جناب امِّ کلثوم بنت حیدرِ کرار نے باآواز بلند آہ و بکا کرتے ہوئے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

تمام حمد وثنا خداوند قادر و مطلق کے لئے ہے اور درود وسلام ان ہستیوں پر جو لائقِ درود وسلام ہیں۔

امابعد! اے اہل کوفہ برائی ہو تمہارے لئے، تم نے کیوں حسین کی نصرت نہ کی۔؟ ان کو شہید کر دیا اور ان کے مال واسباب کو لوٹا اور اسے اپنا ورثہ بنا لیا اور ان کے اہل وعیال کو قید کیا۔

تمہارے لئے ہلاکت اور رحمت ایزدی سے دوری ہو۔ وائے ہو تمہارے حال پر۔ کیا کچھ معلوم بھی ہے کہ تم کن مصائب میں مبتلا ہوئے اور کیا بوجھ اپنی پشتوں پر اٹھایا اور کن کے خون تم نے بہائے۔ کن اہلِ حرم کو تکلیفیں پہنچائیں۔ کن لڑکیوں کو لوٹا اور کن اموال پر ناجائز قبضہ کیا۔ تم نے ایسے شخص (امام حسین) کو قتل کیا جو رسولخدا (ص) کے بعد تمام لوگوں سے افضل تھا۔ رحم تمہارے دلوں سے اٹھالیا گیا۔ یقیناً خدا کا گروہ ہی کامیاب و کامران ہوتا ہے اور شیطانی گروہ خائب و خاسر ہوتا ہے۔

پھر حزن و ملال میں ڈوبے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

وائے ہو تم پر! تم نے بلاقصور میرے بھائی کو شہید کیا۔ اس کی سزا تمہیں جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں دی جائے گی۔ تم نے ایسے خون بہائے جن کے بہانے کو خدا، رسول اور قرآن نے حرام قرار دیا تھا۔ تمہیں آتش جہنم کی بشارت ہو کہ جس میں تم ابدالآباد تک معذب رہو گے۔ میں اپنے اس بھائی پر جو بعد از رسولخدا (ص) سب لوگوں سے افضل تھا زندگی بھر روتی رہوں گی اور کبھی نہ خشک ہونے والا سیلِ اشک بہاتی رہوں گی۔

خطبہ کا اثر

جناب امّ کلثوم کے خطبہ کا اس قدر اثر ہوا کہ روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ عورتیں اپنے بال بکھیر کر ان میں مٹی ڈالنے لگیں اور چہروں پر طمانچے مارنے شروع کئے۔ اسی طرح مرد شدت غم سے نڈھال ہو کر اپنی داڑھیاں نوچنے لگے۔ اس روز سے زیادہ رونے والے مرد اور عورتیں کبھی نہیں دیکھی گئیں۔

امام زین العابدین کا خطبہ

لوگ ابھی گریہ و بکا کر رہے تھے کہ امام زین العابدین (ع) نے انہیں خاموش ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ جب سب لوگ خاموش ہو گئے تو امام سجاد علیہ السلام نے خدا کی حمد و ثنا اور پیغمبر اسلام (ص) پر درود و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا:

اے لوگو! جو شخص مجھے پہچانتا ہے، وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو شخص نہیں پہچانتا میں اسے اپنا تعارف کرائے دیتا ہوں میں علی ابن الحسین ہوں۔ وہ حسین جو بلا جرم وقصور نہر فرات کے کنارے ذبح کیا گیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کی ہتک عزت کی گئی، جس کا مال و منال لوٹا گیا اور جس کے اہل وعیال کو قید کیا گیا۔ میں اس کا پسر ہوں جسے ظلم و جور سے درماندہ کر کے شہید کیا گیا اور یہ بات ہمارے فخر کے لئے کافی ہے۔ اے لوگو! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم نے میرے پدرِ عالی قدر کو دعوتی خطوط لکھ کر نہیں بلایا تھا؟ اور ان کی نصرت وامداد کے عہد و پیمان نہیں کئے تھے؟ اور جب وہ تمہاری دعوت پر لبیک کہتے ہوئے تشریف لائے تو تم نے مکر وفریب کا مظاہرہ کیا اور ان کی نصرت و یاری سے دست برداری اختیار کر لی۔ اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ ان کے ساتھ قتال کر کے ان کو قتل کر دیا۔ ہلاکت ہو تمہارے لئے کہ تم نے اپنے لئے بہت برا ذخیرہ جمع کیا اور برائی ہو تمہاری رائے اور تدبیر کے لئے! بھلا تم کن آنکھوں سے جناب رسول اکرمؐ کی طرف دیکھو گے، جب وہ تم سے فرمائیں گے کہ تم نے میری عترت اہل بیت کو قتل کیا اور میری ہتک حرمت کی اس لئے تم میری امت سے نہیں ہو۔

راویان اخبار کا بیان ہے کہ جب امام کا کلامِ غم التیام یہاں تک پہنچا تو ہر طرف سے لوگوں

کے رونے اور چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور ہر ایک نے دوسرے کو کہنا شروع کیا: ھلکتم وما تعلمون یعنی تم بے علمی میں ہلاک و برباد ہو گئے ہو۔ امام سجاد نے پھر سے سلسلہ کلام شروع کرتے ہوئے فرمایا:

خدا اس بندے پر رحم کرے جو میری نصیحت کو قبول کرے اور میری وصیت کو خدا و رسول (ص) اور اہل بیت رسول (ص) کے بارے میں یاد رکھے کیونکہ تمہارے لئے رسول خداؐ کی زندگی میں اعلیٰ ترین نمونہ موجود ہے۔

سب نے یک زبان ہو کر کہا:

یا بن رسول اللہؐ سب آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ آپ جو حکم دیں گے ضرور اس کی تعمیل کی جائے گی۔ ہم آپ کے دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے دشمن ہیں۔

امام سجاد نے ان کا یہ کلامِ فریب انضمام سن کر فرمایا:

ہیہات اے گروہِ مکاراں و عیاراں! اب تمہاری یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔ اب تم چاہتے ہو کہ میرے ساتھ بھی وہی سلوک کرو جو میرے اب و جد کے ساتھ کر چکے ہو؟ حاشا و کلا۔ ایسا اب ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بخدا! ابھی تک تو سابقہ زخم بھی مندمل نہیں ہوئے۔ کل تو میرے پدر عالی قدر کو ان کے اہل بیت کے ساتھ شہید کیا گیا، ابھی تک تو مجھے اپنے اب و جد اور بھائیوں کی شہادت کا صدمہ فراموش نہیں ہوا۔ بلکہ ان مصائب کے غم و الم کی تلخی میرے حلق میں ابھی موجود ہے اور غم و غصہ کے گھونٹ ابھی تک میرے سینہ کی ہڈیوں میں گردش کر رہے ہیں۔ ہاں تم سے صرف اس قدر خواہش ہے کہ نہ ہمیں فائدہ پہنچاؤ اور نہ ہی نقصان۔

دربارِ ابنِ زیاد میں پیشی

ان خطبات کے بعد اسیران اہل بیت کا لٹا ہوا قافلہ دربارِ ابن زیاد کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر ابن زیاد نے تمام لوگوں کو حاضری کا اذن عام دے رکھا تھا۔ اس لئے دربار، درباریوں اور تماش بینوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ سب سے پہلے شہداء کے سر دربار میں پہنچائے گئے اور اس کے بعد اسیران کرب و بلا کو دربار میں پیش کیا گیا۔

دربار میں ان اسیران خانوادہ نبوت و رسالت کے ساتھ جو اندوہناک سلوک روا رکھا گیا، تواریخ و مقاتل کی کتب اس سے بھری پڑی ہیں۔ یہاں طوالت اور موضوع کے پیش نظر ان کے بیان سے قاصر ہیں۔ لہٰذا قارئین سے معذرت کے ساتھ ہم آگے کا سفر جاری رکھتے ہیں۔

اسرائے اہل بیت کی دمشق میں آمد

صبر و استقلال اور عزم و ہمت کی تاریخ رقم کرنے کے ساتھ ساتھ لشکر یزیدی کے بے حد و انتہا ظلم و جور کو آزمائش خداوندی تسلیم کرتے ہوئے یہ کاروان حسینی، جو کہ اب کرب و بلا کی شیر دل خاتون کی قیادت میں آ کر کاروان زینبی کی شکل اختیار کر چکا تھا، شہر شام میں داخل ہوا۔ کرب و بلا سے لے کر کوفہ اور کوفہ سے لے کر شام تک اس قافلہ پر کیا کیا مصائب و آلام ڈھائے گئے؟ اس کارواں کو کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟ ظلم و بربریت کے پہاڑ کس قدر توڑے گئے؟ تشدد و حیوانیت کی کیا کیا مثالیں قائم کی گئیں؟ اور اس بے یار و مددگار اور مظلوم و مقہور قافلہ کے افراد نے کس کمال پامردی اور حوصلہ کے ساتھ ان کا سامنا کیا؟ یہ تمام

واقعات وحالات روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔کربلا سے لے کر کوفہ اور کوفہ سے لے کر شام تک کے راستہ میں بہت سے چھوٹے چھوٹے مزارات شہداء، جن کی وجہ سے وہاں شہر آباد ہو چکے ہیں، ان سوالات کے واضح جواب لئے ہوئے ہیں اور ارباب سیر ومقاتل نے نہایت صراحت ووضاحت کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔

مختصراً شام کے لوگوں نے اسلامی دستور اور تعلیمات کو خالد بن ولید، معاویہ، زیاد اور ان جیسے افراد کی رفتار وکردار کے آئینے میں دیکھا تھا۔انہیں سیرت پیغمبرؐ اور مہاجرین وانصار کے طرز عمل کا کچھ پتہ نہ تھا۔ ٦١ ہجری میں شام میں چند افراد تھے جن کی عمریں ساٹھ سال سے اوپر تھیں۔ان کی ترجیح یہی تھی کہ وہ ایک کونے میں بیٹھ جائیں اور جو کچھ ہو رہا ہے، اس سے آنکھیں بند کر لیں۔شام کے لوگ یہ بات سننے پر آمادہ نہ تھے کہ حضرت محمدؐ کے رشتہ دار اور قریبی بنی امیہ کے علاوہ کوئی اور بھی ہیں۔

اکثر مقتل کی کتب میں یہ لکھا ہے کہ اسیروں کے شہر دمشق میں داخل ہونے کے موقع پر لوگوں نے شہر کو سجایا ہوا تھا۔یزید نے اپنے دربار میں یہ اشعار پڑھے:

کاش! آج میرے جنگ بدر میں مارے جانے والے بزرگ موجود ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے کس طرح محمد (ص) کی آل سے ان کا انتقام لیا ہے۔

کیونکہ اس دن یزید کی مجلس میں اس کے اردگرد ایسے افراد بیٹھے تھے کہ جنہوں نے اسلام اور پیغمبر (ص) کو اقتدار وحکومت تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا ہوا تھا نہ کہ قربتِ خدا کا ذریعہ۔

آپ ملاحظہ فرمائیں کہ دونوں محفلیں ایک طرح کی ہیں اور باتیں بھی ایک جیسی ہیں۔کوفے

میں ابن زیاد بھی خوشی سے پھولا نہیں سماتا تھا کہ اس نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے اور عراقیوں کے ہاتھوں سے ان کی قوت چھین لی ہے۔شام میں یزید افتخار کر رہا ہے کہ جنگ بدر میں اس کے مقتول بزرگوں کا خون رائیگاں نہیں گیا۔اگر یہ معاملہ یہیں پر ختم ہو جاتا ہوتو کامیاب تھا، لیکن جناب زینب نے اسے اس کی کامیابی کا پھل کھانے نہ دیا۔وہ جسے اپنے لئے شیریں سمجھ رہا تھا جنابِ زینب عالیہ نے اس کا مزہ حد سے زیادہ کڑوا کر دیا اور اس کے لئے تلخ بنا دیا۔جناب زینب نے پابرہنہ اور بے مقنعہ و چادر اپنی مختصر گفتگو میں اہل مجلس کو سمجھا دیا کہ ان پر حکومت کرنے والا کون ہے اور کس کے نام پر حکومت کر رہا ہے۔اور رسیوں میں جکڑے اس کے سامنے کھڑے قیدی کون ہیں۔

جب کبھی غیرتِ انساں کا سوال آتا ہے۔
بنتِ زہراتے رے پردے کا خیال آتا ہے

جناب زینبِ کبریٰ کا خطبہ دربارِ یزید میں زینب ہجومِ عام سے کرنے لگی خطاب باطل کا کھل رہا ہے بھرم، شام آگئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔سب تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو کائنات کا پروردگار ہے۔اور خدا کی رحمتیں نازل ہوں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان کی پاکیزہ عترت واہل بےت پر۔امابعد! بالاخر برا ہے انجام ان لوگوں کا جنھوں نے اپنے دامن حیات کو برائیوں کی سیاہی

سے داغدار کر کے اپنے خدا کی آیات کی تکذیب کی اور آیات پروردگار کا مذاق اڑایا۔ اے یزید! کیا تو سمجھتا ہے کہ تو نے ہم پر زمین کے گوشے اور آسمان کے کنارے تنگ کر دیئے ہیں اور کیا آلِ رسول (ص) کو رسیوں اور زنجیروں میں جکڑ کر در بدر پھرانے سے تو خدا کی بارگاہ میں سرفراز اور رسوا ہوئے ہیں۔ کیا تیرے خیال میں ہم مظلوم ہو کر ذلیل ہو گئے اور تو ظالم بن کر سر بلند ہوا ہے۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ ہم پر ظلم کر کے خدا کی بارگاہ میں تجھے شان و مقام حاصل ہو گیا ہے۔ آج تو اپنی ظاہری فتح کی خوشی میں سرمست ہے اور ناک بھوں چڑھاتا ہوا مسرت و شادمانی سے سرشار ہو کر اپنے غالب ہونے پر اترا رہا ہے۔ اور زمامداری کے ہمارے مسلمہ حقوق کو غصب کر کے خوشی و سرور کا جشن منانے میں مشغول ہے۔

اپنی غلط سوچ پر مغرور نہ ہو اور ذرا دم لے۔

کیا تو نے خدا کا یہ فرمان بھلا دیا ہے کہ حق کا انکار کرنے والے یہ خیال نہ کریں کہ ہم نے جو انہیں مہلت دی ہے وہ ان کے لئے بہتر ہے۔ بلکہ ہم نے اس لئے ڈھیل دے رکھی ہے کہ جی بھر کر اپنے گناہوں میں اضافہ کر لیں۔ اور ان کے لئے خوفناک عذاب معین و مقرر کیا جا چکا ہے۔

اے طلقاء کے بیٹے (آزاد کردہ غلاموں کی اولاد) کیا یہ تیرا انصاف ہے کہ تو نے اپنی مستورات اور لونڈیوں کو چادر اور چار دیواری کا تحفظ فراہم کر کے پردے میں رکھا ہوا ہے۔ جبکہ رسول زادیوں کو سر برہنہ در بدر پھرا رہا ہے۔ تو نے مخدرات عصمت کی چادریں لوٹ لیں اور ان کی بے حرمتی کا مرتکب ہوا۔ تیرے حکم پر اشقیاء نے رسول زادیوں کو بے نقاب

کر کے شہر بہ شہر پھرایا۔ تے رے حکم پر دشمنان خدا اہل بیت رسول (ص) کی پاکدامن مستورات کو ننگے سر لوگوں کے ہجوم میں لے آئے۔اور لوگ رسول زادیوں کے کھلے سر دیکھ کر ان کا مذاق اڑا رہے ہیں۔اور دور و نزدیک کے رہنے والے سب لوگ ان کی طرف نظریں اٹھا اٹھا کر دیکھ رہے ہیں۔اور ہر شریف و کمینے کی نگاہیں ان پاک بی بیوں کے ننگے سروں پر جمی ہیں۔

آج رسول زادیوں کے ساتھ ہمدردی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

آج ان قیدی مستورات کے ساتھ ان کے مرد موجود نہیں ہیں جو اِن کی سرپرستی کریں۔

آج آلِ محمد کا معین و مددگار کوئی نہیں ہے۔

اس شخص سے بھلائی کی توقع ہی کیا ہوسکتی ہے جو اس خاندان کا چشم و چراغ ہو جس کی بزرگ خاتون (یزید کی دادی) نے پاکیزہ لوگوں کے جگر چبا کر تھوک دیا۔(۱)

اور اس شخص سے انصاف کی کیا امید ہوسکتی ہے جس کا گوشت پوست شہیدوں کے خون سے بنا ہو۔

وہ شخص کس طرح ہم اہل بیت پر مظالم ڈھانے میں کمی کر سکتا ہے جو بغض و عداوت اور کینے سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ ہمیں دیکھتا ہے۔

اے یزید! کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ تو اتنے بڑے جرم کا ارتکاب

....

۱ یزید کی دادی ہند کو تاریخ میں آکلۃ الاکباد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔جس کے معنی ہیں جگر

چبا کر کھانے والی۔ کیونکہ جنگ احد میں جب حضرت حمزہؓ شہید ہو گئے تو یہ ظالم عورت ہاتھ میں خنجر لے کر حضرت حمزہؓ کی لاش پر آئی اور ان کا سینہ چاک کر کے ان کا جگر نکالا اور چبانے کے لئے منہ میں رکھا مگر وہ پتھر کی طرح سخت ہو گیا اور وہ اسے نہ چبا سکی۔ لیکن اس کے بعد ہند جگر خوار کے نام سے مشہور ہو گئی۔

کرنے اور اتنے بڑے گناہ کو انجام دینے کے باوجود فخر و مباہات کرتا ہوا یہ کہہ رہا ہے کہ میرے اسلاف اگر موجود ہوتے تو ان کے دل باغ باغ ہو جاتے اور مجھے دعائیں دیتے ہوئے کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔

اے یزید! کیا تجھے حیا نہیں آتی کہ تو جوانانِ جنت کے سردار حسین ابن علی (ع) کے دندان مبارک پر چھڑی مار کر ان کی بے ادبی کر رہا ہے۔

اے یزید تو کیوں نہ خوش ہو اور فخر و مباہات کے قصیدے پڑھے کیونکہ تو نے اپنے ظلم واستبداد کے ذریعے ہمارے دلوں کے زخموں کو گہرا کر دیا ہے۔ اور شجرہ طیبہ کی جڑیں کاٹنے کے گھناؤنے جرم کا مرتکب ہوا ہے۔

تو نے اولاد رسول (ص) کے خون میں اپنے ہاتھ رنگین کئے ہیں۔

تو نے عبدالمطلب کے خاندان کے ان نوجوانوں کو تہہ تیغ کیا ہے۔ جن کی عظمت و کردار کے درخشندہ ستارے زمین کے گوشے گوشے کو منور کیے ہوئے ہیں۔

آج تو آلِ رسول (ص) کو قتل کر کے اپنے بد نہاد اسلاف کو پکار کر انہیں اپنی فتح کے گیت سنانے میں منہمک ہے۔

توعنقریب اپنے ان کافر بزرگوں کے ساتھ مل جائے گا۔ اوراُس واقت اپنی گفتار وکردار پر پشیمان ہوکر یہ آرزو کرے گا کہ کاش میرے ہاتھ شل ہوجاتے اور مےری زبان بولنے سے عاجز ہوتی۔ اور میں نے جو کچھ کیا اور کہا اس سے میں باز رہتا۔

اس کے بعد حضرت زینب نے آسمان کی طرف منہ کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی!

اے ہمارے کردگارِحق تو ہمارا حق ان ظالموں سے ہمیں دلا دے اورتو ہمارے حق کا بدلہ ان سے لے۔

اے پردگار تو ہی ان ستمگروں سے ہمارا انتقام لے۔

اور اے خدا تو ہی ان پر اپنا غضب نازل فرما جس نے ہمارے عزیزوں کو خون میں نہلا یا اور ہمارے مددگاروں کو تہہ تیغ کردیا۔

اے یزید! تو نے جو ظلم کیا ہے اپنے ساتھ کیا ہے۔ تو نے کسی کی نہیں بلکہ اپنی ہی کھال چاک کی ہے۔ اورتو نے کسی کا نہیں بلکہ اپنا ہی گوشت کاٹا ہے۔ تو رسولِ خداؐ کے سامنے ایک مجرم کی صورت لایا جائے گا اور تجھ سے تے رے اس گھناؤنے جرم کی باز پرس ہوگی کہ تو نے اولادِ رسولؐ کا خونِ ناحق کیوں بہایا اور رسول زادیوں کو دربدر کیوں پھرایا۔ نیز رسول (ص) کے جگر پاروں کے ساتھ ظلم کیوں روا رکھا۔

اے یزید! یاد رکھ کہ خدا آلِ رسول (ص) کا تجھ سے انتقام لے کر ان مظلوموں کا حق انہیں دلائے گا۔ اور انہیں امن وسکون کی نعمت سے مالا مال کردے گا۔ خدا کا فرمان ہے کہ تم گمان نہ کرو کہ جو لوگ راہِ خدا میں مارے گئے وہ مرمٹ چکے ہیں۔ بلکہ وہ ہمیشہ کی زندگی پا گئے اور

بارگاہِ الٰہی میں سے روزی پا رہے ہیں۔

اے یزید! یاد رکھ کہ تو نے جو ظلم آلِ محمد پر ڈھائے ہیں اس پر رسول خداؐ عدالتِ الٰہی میں تے رے خلاف شکاے ت کریں گے۔ اور جبرائیلِ امین آلِ رسول کی گواہی دیں گے۔ پھر خدا اپنے عدل و انصاف کے ذریعے تجھے سخت عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ اور یہی بات تے رے برے انجام کے لئے کافی ہے۔

عنقریب وہ لوگ بھی اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے جنہوں نے تے رے لئے ظلم و استبداد کی بنیادیں مضبوط کیں اور تے ری آمرانہ سلطنت کی بساط بچھا کر تجھے اہل اسلام پر مسلط کر دیا۔ ان لوگوں کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ ستمگروں کا انجام برا ہوتا ہے اور کس کے ساتھی ناتوانی کا شکار ہیں۔

اے یزید! یہ گردش ایام اور حوادث روزگار کا اثر ہے کہ مجھے تجھ جیسے بدنہاد سے ہمکلام ہونا پڑا ہے اور میں تجھ جیسے ظالم و ستمگر سے گفتگو کر رہی ہوں۔ لیکن یاد رکھ میری نظر میں تُو ایک نہایت پست اور گھٹیا شخص ہے جس کلام کرنا بھی شریفوں تو ہین ہے۔ میری اس جرأت سخن پر تُو مجھے اپنے ستم کا نشانہ ہی کیوں نہ بنا دے لیکن میں اسے ایک عظیم امتحان اور آزمائش سمجھتے ہوئے صبر و استقلال اختیار کروں گی اور تے ری بد کلامی و بدسلوکی میرے عزم و استقلال پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

اے یزید! آج ہماری آنکھیں اشکبار ہیں اور سینوں میں آتش غم کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ افسوس تو اس بات پر ہے کہ شیطان کے ہمنواؤں اور بدنام لوگوں نے رحمان کے

سپاہیوں اور پاکباز لوگوں کو تہہ تیغ کرڈالا ہے۔اور ابھی تک اس شیطانی ٹولے کے ہاتھوں سے ہمارے پاک خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ ان کے ناپاک دہن ہمارا گوشت چبانے میں مصروف ہیں اور صحرا کے بھیڑئے ان پاکباز شہیدوں کے مظلوم لاشوں کے اردگرد گھوم رہے ہیں اور جنگل کے نجس درندے ان پاکیزہ جسموں کی بے حرمتی کرر ہے ہیں۔

اے یزید! اگر آج تو ہماری مظلومیت پر خوش ہورہا ہے اور اسے اپنے دل کی تسکین کا باعث سمجھ رہا ہے تو یادرکھ کہ جب قیامت کے دن اپنی بدکرداری کی سزا پائے گا تو اس کا برداشت کرنا تے رے بس سے باہر ہوگا۔ خدا عادل ہے اور وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ ہم اپنی مظلومیت اپنے خدا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور ہر حال میں اسی کی عنایات اور عدل و انصاف پر ہمارا بھروسہ ہے۔

اے یزید! تو جتنا چاہے مکروفریب کرلے اور بھرپور کوشش کر کے دیکھ لے مگر تمہیں معلوم ہونا چاہئے ے کہ تو نہ تو ہماری یاد لوگوں کے دلوں سے مٹا سکتا ہے اور نہ ہی وحی الٰہی کے پاکیزہ آثار محو کرسکتا ہے۔

تو یہ خیال اپنے دل سے نکال دے کہ ظاہر سازی کے ذریعے ہماری شان ومنزلت کو پالے گا۔

تو نے جس گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا ہے اس کا بدنما داغ اپنے دامن سے نہیں دھوسکتا۔ تے را نظریہ نہایت کمزور اور گھٹیا ہے۔

تے ری حیات اقتدار میں گنتی کے چند دن باقی ہیں۔ تے رے سب ساتھی تے را ساتھ چھوڑ

جائیں گے۔ تیرے پاس اس دن کے لئے حسرت و پریشانی کے سوا کچھ بھی نہیں جب منادی ندا کرے گا کہ ظالم و ستمگر لوگوں کے لئے خدا کی لعنت ہے۔

ہم خدائے قدوس کی بارگاہ میں سپاس گزار ہیں کہ ہمارے خاندان کے پہلے فرد (حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سعادت و مغفرت سے بہرہ مند فرمایا اور ہمارے آخر (امام حسین علیہ السلام) کو شہادت و رحمت کی نعمتوں سے نوازا۔ ہم بارگاہِ ایزدی میں دعا کرتے ہیں کہ ہمارے شہیدوں کے ثواب و اجر میں اضافہ و تکمیل فرمائے اور ہم باقی سب افراد کو اپنی عنایتوں سے نوازے، بے شک خدا ہی رحم و رحمت کرنے والا اور حقیقی معنوں میں مہربان ہے۔ خدا کی عنایتوں کے سوا ہمیں کچھ مطلوب نہیں اور ہمیں صرف اور صرف اسی کی ذات پر بھروسہ ہے اس لئے کہ اس سے بہتر کوئی سہارا نہیں ہے۔

خطبہ کے اثرات:

سیدہ زینبِ کبریٰ کا حقیقت آمیز مگر آتشیں خطبہ سن کر یزید کانپنے لگا اور اپنے جرائم کے تمام راز فاش ہونے اور اپنے برے انجام کا سن کر اس کے حواس باختہ ہو گئے اسے کچھ نہیں سوجھتا تھا کہ کیا کرے اور کیا کہے جس سے اس کی بداعمالیوں اور گھناؤنے کردار پر پردہ پڑ سکے۔ اپنے انجام کا تصور کر کے کہنے لگا!

میری دنیا بھی آخرت بھی گئی ایسی رسوائیاں نصیب ہوئیں
بے اثر ہے ہر ایک فریاد موت کی گھڑیاں اب قریب ہوئیں

نمونۂ سخن:

جنابِ زینب نے اپنے اس خطبے میں حقائق کے اظہار کیا جو انقلاب آفریں انداز اختیار کیا ہے اس کی نظیر کہیں عالم میں نہیں ملتی اور حق وحقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے فطرت کی رعنائیوں کو آزادی وحریت سے ہم آہنگ کر کے جرأت بیان کا جو مقدس نمونہ پیش کیا ہے وہ ہر صاحب فکر ودانش کے لئے قابلِ تقلید ہے۔

جنابِ زینب نے اپنے مقدس بیان کی روشنی میں دنیائے انسانیت کو حقائق کے اظہار کا فطری طریقہ فطری حقوق کے تحفظ کا سلیقہ اور حقیقت وعقیدت کے امتزاج کا ڈھنگ سکھایا ہے۔

اعلائے کلمۂ حق:

سیدہ زینب نے بتلایا کہ ظالم وستمگر کے سامنے کلمہ حق کس طرح کہا جاتا ہے۔اور زبان وبیان کی قوت کو شمشیر وسناں سے زیادہ تیز اثر دے کر کس طرح لوگوں کے دلوں میں اترا جاتا ہے۔

علی (ع) کی بیٹی نے اپنے خطبے کے بل بوتے پر مظلوم انسانوں کا استحصال کرنے والوں کے خلاف قیام کرنے کے آداب سکھائے۔

قصرِ یزیدیت کی تاراجی:

جنابِ زینب عالیہ نے جس پاکیزہ انداز میں بنی امیہ کی نخوت کا کاخِ مرمر اپنے بیان کی قوت سے ریزہ ریزہ کیا اس کے سامنے یزید کا سر ندامت وشرمندگی سے جھک گیا اور اسے رسولؐ زادی کا استدلال اس طرح رسوا کر گیا کہ وہ سوچنے لگا کہ کاش! زمین کا منہ کھل جائے اور وہ اس میں چھپ کر اپنی رہی سہی عزت بچا سکے مگر اب وقت گزر چکا تھا۔ افسوس وندامت کی گھڑیاں بیت چکی تھیں اور اموی خاندان کی طاغوتیت اور فرعونیت کا بت پاش پاش ہو چکا تھا اور ان کی سطوت وآمریت کے چراغ گل ہو چکے تھے۔ اور اب یزید کے ایوانِ اقتدار پر مایوسی، پریشانی، اضطراب اور ندامت کے سائے محیط تھے۔

انقلاب آفرین خطبہ:

زینبِ (سلام اللہ علیہا) کبریٰ کے تاریخی خطبے کی انقلاب آفرین تاثیر رہتی دنیا تک بنی ہاشم کی شجاعت کا پرچم سر بلند رکھے گی۔ اور فطرت کی رعنائیوں اور زیبائیوں کے مشتاق علی (ع) کی بیٹی کے عصمت شعار خطاب کی روشنی میں شعور نظر، شعارِ حقیقت، احساس عظمت وقوت ارادہ، حسن اخلاق اور کسب کمال کی نعمتوں سے بہرہ ور ہوتے رہیں گے۔

خطباتِ سیدہ اور واقعاتِ کربلا:

حضرت سیدہ زینب کے حقیقت شعار خطبے سے ہر دور میں ظالم و ستمگر حکمرانوں کے ایوانِ اقتدار لرزتے رہیں گے اور مالی طاقت کے بل بوتے پر انسانیت کا خون کرنے والے طاغوت، علی (ع) کی بیٹی کے اس تاریخی خطاب کی انقلاب آفرینی سے نہ بچ سکیں گے۔ اور جب بھی کربلا کے خونیں واقعے کا تذکرہ ہوگا تو جنابِ زینب کے خطبوں کی یاد تازہ ہو جائے گی۔

ایمان کی منزل کفِ پا چوم رہی ہے
ملت کی جبیں نقشِ وفا چوم رہی ہے
اے بنت علی (ع) عارفہ لہجہ قرآن
خطبوں کو ترے وحی خدا چوم رہی ہے

علی (ع) کی بیٹی

قدم قدم پر چراغ ایسے جلا گئی ہے علی (ع) کی بیٹی
یزیدیت کی ہر ایک سازش پہ چھا گئی ہے علی کی بیٹی

کہیں بھی ایوانِ ظلم تعمیر ہو سکے گا نہ اب جہاں میں
ستم کی بنیاد اس طرح سے ہلا گئی ہے علی (ع) کی بیٹی

عجب مسیحا مزاج خاتون تھی کہ لفظوں کے کیمیا سے
حسینیت کو بھی سانس لینا سکھا گئی ہے علی (ع) کی بیٹی

بھٹک رہا تھا، دماغِ انسانیت، جہالت کی تیرگی میں
جہنم کے اندھے بشر کو رستہ دکھا گئی ہے علی (ع) کی بیٹی

دکانِ وحدت کے جوہری دم بخود ہیں اس معجزے پہ اب تک
کہ سنگ ریزوں کو آبگینے بنا گئی ہے علی (ع) کی بیٹی

خبر کرو اہلِ جور کو کہ اب حسینیت انتقام لے گی
یزیدیت سے سنبل جائے، آ گئی ہے علی (ع) کی بیٹی

نبی (ص) کا دین اب سنور سنور کے یہ بات تسلیم کر رہا ہے
اجڑ کے بھی انبیاء کے وعدے نبھا گئی ہے علی (ع) کی بیٹی

نہ کوئی لشکر، نہ سر پہ چادر، مگر نجانے ہوا میں کیونکر
غرورِ ظلم وستم کے پُرزے اڑا گئی ہے علی (ع) کی بیٹی

پہن کے خاکِ شفا کا احرام، سر برہنہ طواف کر کے
حسین! تیری لحد کو کعبہ بنا گئی ہے علی (ع) کی بیٹی

کئی خزانے سفر کے دوران کر گئی خاک کے حوالے
کہ پتھروں کی جڑوں میں ہیرے چھپا گئی ہے علی (ع) کی بیٹی

یقیں نہ آئے تو کوفہ وشام کی فضاؤں سے پوچھ لینا
یزیدیت کے نقوش سارے مٹا گئی ہے علی (ع) کی بیٹی

ابد تلک اب نہ سر اُٹھا کے چلے گا کوئی یزید زادہ
غرورِ شاہی کو خاک میں یوں ملا گئی ہے علی (ع) کی بیٹی

گزر کے چپ چاپ لاشِ اکبر سے پابرہنہ رسن پہن کر
خود اپنے بیٹوں کے قاتلوں کو رلا گئی ہے علی (ع) کی بیٹی

میں اس کے در کے گداگروں کا غلام بن کے چلا تھا محسن
اسی لئے مجھ کو رنج و غم سے بچا گئی ہے علی (ع) کی بیٹی۔

(شہید محسن نقوی)